ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.2(2023)
(July to September)

بیسویں صدی کی اُردو خواتین ناول نگاروں کے ہاں ہراسیت کے عناصر

Elements of Harassment among Urdu Women Novelists of Twentieth Century

وقاص علی

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر میاں ہمایون

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف منیجمنٹ سائنسز۔ا، جلوزئی نوشہرہ

Waqas Ali

Ph.D Scholar, Urdu, Department of Urdu, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Dr. Mian Humayun

Assistant Professor, Department of Urdu, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Dr. Muhammad Imtiaz

Associate Professor, Govt. College of Management Sciences-I, Jallozi, Nowshera

Abstract:

Harassment is an illegal behavior towards a person that causes mental or emotional suffering, which included repeated unwanted contacted without a reasonable purpose, insult, threats, touching, or offensive language. The company investigated claim of workplace harassment and racial discrimination. Harassment is a productivity of the western world. From there, this trend has spread and left its effects on eastern society, here some point will be considering. From what point of view have women novelists presented the term harassment in his Urdu novels? What types of harassment are found in the novels of women Urdu novelists? For example, verbal, physical, psychological, mentally or visually persistent, disturbing, intimidating, harassing, domestic, workplace, Arbitrators, disability based, age based, retaliation, cyberbullying and abusing to detain from his/her admit table right illegally etc. In this research article under review, an attempt has been made to explore (elements of harassment) harassment in Urdu women's novels.

Keywords: Harassment,threats,touching,language,discrimination,psychological, visualy, disturbing, intimidating

ہراسیت ایک ایسا عمل ہے جہاں مرد یا عورت کو بلاوجہ ہراساں، پریشاں یا دھمکایا جاتا ہے۔ جہاں ان کی جائز حقوق کی پامالی کی جاتی ہیں، ہراسیت ہے جبکہ تانیثیت وہ تحریک ہے جس میں صرف خواتین اپنے جائز حقوق اور معاشرے میں مساوی مقام حاصل کرنے کے لیے برسرِپیکار رہتی ہیں۔

ہراسیت کیا ہے؟

ہراسیت ایک ایسا عمل ہے جہاں مرد یا عورت کو بلاوجہ ہراساں، پریشاں یا دھمکایا جاتا ہے۔ جہاں ان کی جائز حقوق کی پامالی کی جاتی ہیں، ہراسیت ہے جب کہ تانیثیت وہ تحریک ہے جس میں صرف خواتین اپنے جائز حقوق اور معاشرے میں مساوی مقام حاصل کرنے کے لیے برسرِ پیکار رہتی ہیں۔ ہراسیت Harassment مغربی اصطلاح ہے۔ انگریزی ادب میں ان پر کافی لکھا جاچکا ہے۔ اب تک مختلف ناقدین، کتب اور ویب گاہوں نے متنوع تعریفیں کی ہیں۔ ایک انگریزی ویب گاہ نے ہراسیت کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے۔

> "اگر کوئی فرد تسلسل کے ساتھ آپ کو گالی دے رہا ہو، توہین کر رہا ہو، نقصان پہنچا رہا ہو یا پریشان کر رہا ہو، تو اسے ہراسیت کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں وہ افعال جو ظالمانہ، غیر منصفانہ اور واقعی پریشان کن اور غیر قانونی ہو، ہراسیت ہے۔ اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر غنڈہ گردی کرنا، کام کی جگہوں پر ملازمین (مرد، عورت) سے بداخلاقی یا بدسلوکی کرنا، ایذا رسانی کرنا یا بلاوجہ چیڑ چھاڑ کرنا جو آپ کو بُرا لگے، ہراسیت ہے۔"(۱)

ہراسیت کے زیرِ اثر ایک فرد (مرد یا عورت) دوسرے فرد کو مختلف طریقوں سے ایذا پہنچا سکتا ہے۔ اس کی ابتداء مغربی ممالک سے ہوئی۔ وہاں مدر پدر آزاد معاشرہ ہے اس وجہ سے زیادہ تر ہراسانی کے واقعات وہاں خواتین کے ساتھ پیش رہتے ہیں۔ امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک میں ہراسیت نے تاریخ کی پہلی سیڑھیاں طے کیں اور رفتہ رفتہ مشرقی ممالک میں بھی ہراسیت کے محرکات نمودار ہوئے اور معاشرے میں اس کی جھلکیاں دیکھنے میں آئیں۔ پاک وہند میں ہراسیت نے اٹھارویں صدی کے آخر اور اُنیسویں صدی میں اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ مغربی ممالک میں ہراسیت کا رجحان جنسی ہوس یا شہوانیت کی طرف زیادہ مائل ہے اس کی خاص وجہ وہاں کام کی جگہوں (Workplace) میں کام کرنے والے خواتین کے ساتھ غیر اخلاقی رویّے ہیں جو ان کے ساتھ روزمرہ کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔

ہراسیت کی چار بڑی اقسام ہیں۔

- بصری ہراسیت (Visual harassment)
- جسمانی ہراسیت (Physical harassment)
- زبانی ہراسیت (Verbal Harassment)
- نفسیاتی ہراسیت (Psychological harassment)

مغربی معاشرہ اور ادب پر ہراسیت اور اس کے مختلف عوامل نے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اُردو ادب نے انگریزی ادب سے بہت کچھ لیا ہے۔ اس ضمن میں مستثنائے حوالہ بالا بہت سے اصطلاحات یہاں دخیل ہیں۔ ہراسیت کی اصطلاح بھی اُردو میں معمولی ردوبدل کے ساتھ مستعمل ہے۔ ناول کے صنف میں اُردو خواتین ناول نگاروں نے کافی کام کیا ہے اور یہی کاوش مختلف جہتوں سے اب بھی جاری ہے، کیوں کہ ناول ایک ایسا صنف ہے جس میں کسی بھی معاشرتی، مذہبی، معاشی، سیاسی، تہذیبی وثقافتی اور اخلاقی پہلو کو بآسانی بیاں کیا جاسکتا ہے۔ دوسرے اصنافِ نثر کے مقابلے میں ناول کا کینوس وسیع ہے اس لیے اس صنفِ نثر میں مردوں کے

ساتھ ساتھ خواتین ناول نگاروں نے ہر قسم کے حالات وواقعات کو ناول کے کینوس میں سمیٹ لیا ہے۔ نگینہ جبین اس ضمن میں لکھتی ہیں۔

> "بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں ادب اور زندگی میں ہر طرح کی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں تو سماجی اور سیاسی حالات پر ایک نمایاں اثر ہوا۔ اُردو ناول میں اُنیسویں صدی کے خاتمے تک اخلاقی اور سماجی اصلاح پر زور دیا گیا اور اس کے ساتھ تہذیبی اقدار کو بہتر سے بہتر بنانے کی فکر بھی تھی۔"(۲)

برصغیر میں انگریزوں کی آمد اور ان کی استعماریت، مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور سماج پر مغربی معاشرے کے اثرات، نو آبادیت، ترقی پسند تحریک کا آغاز، تحریکِ آزادی اور قیامِ پاکستان، سقوطِ ڈھاکہ اور تقسیمِ بنگال اور ایسے بہت سے عوامل ہیں جس نے اُردو ادب کو نئے نئے رجحانات سے متعارف کروایا۔

صنف ناول نے بطورِ خاص ان متنوع اقداری، اخلاقی، تہذیبی، ثقافتی، سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی تغیرات کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ ان عوامل کو قارئین کے سامنے بہترین پیرایہ میں پیش کرنے کی حتیٰ الوسع کوشش بھی کیں۔ مرد ناول نگاروں کے ساتھ خواتین ناول نگاروں نے بھی ناول کے میدان میں طبع آزمائی کیں اور اچھے ناول اردو ادب کو دیئے ہیں۔ خواتین نے اپنے ناولوں میں خاص کر خواتین کے معاشی، معاشرتی اور خانگی مسائل کے ساتھ سیاسی، تعلیمی اور دوسرے سماجی مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے اور اپنے جائز حقوق کے لیے آواز بلند کی ہیں۔ بہت سے خواتین ناول نگاروں نے معاشرے میں موجود بُرائیوں کا قلع قمع کرنے اور اسے سماج کے سامنے لانے کے لیے اپنے ناولوں میں اس طرح پیش کیے کہ ایک تو اصلاحی مقصد پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوم ان معاشرتی مسائل میں ہراسیت کی واضح جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ جس کا اظہار وقت کے اہم ترین تقاضوں میں تھا۔ اس لیے خواتین ناول نگاروں نے معاشرے میں موجود دوسرے غیر اخلاقی بُرائیوں کے ساتھ ہراسانی کے مختلف صورتوں (عناصر) کو اپنے ناولوں میں جگہ دی۔

خدیجہ مستور کا ناول "آنگن" ایک معاشرتی، تاریخی، سیاسی اور کرداری ناول ہے۔ دوسرے معاشرتی پہلوؤں کے ساتھ اس میں ہراسانی کی متعدد صورتیں ملتی ہیں کیوں کہ اس ناول میں پاک وہند کی تقسیم کے دوران پیدا ہونے والے اُن حالات وواقعات کا ذکر کیا گیا ہے جس میں مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف، مصائب، خوف وہراس، معاشرتی، طبقاتی کشمکش اور جبر واستحصال سے گزرنا پڑا۔ ناول میں زبانی، امتیازی، اخلاقی، نسلی، مذہبی طور پر ہراسانی کی مختلف مناظر پیش کیے گئے ہیں۔ نجمہ پھوپھی کس طرح عالیہ کو زبانی طور پر ہراساں کرتی ہے اور اپنی امتیازی برتری کا احساس دلاتی ہے۔ اس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "برقع ہاتھ میں ڈالے جب وہ زینے طے کرنے لگی تو آگے آگے نجمہ پھوپھی بہت اونچی ایڑیوں کی سینڈل پر جھومتی اُتر رہی تھی۔ "استانی جی تانگہ آگیا ہے۔" نجمہ پھوپھی نے گردن گما کر کہا۔ ان کے ہونٹوں پر کیسی مضحکہ خیز مسکراہٹ تھی۔ "ہم دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں، مگر آپ لکچرار کہی جاتی ہیں اور میں اُستانی، یہ فرق اگر نہ بھی مٹے تو کیا قیامت آجائے گی نجمہ پھوپھی۔" عالیہ نے تلخی سے جواب دیا۔ "واہ یہ فرق مٹ کیسے سکتا ہے، کیا تم نے انگلش میں ایم اے کیا ہے؟ گدھے اور گھوڑے میں کوئی فرق تو ضرور ہوتا ہے۔"(۳)

"نجمہ "کالج میں لیکچرار کے عہدے پر فائز تھی۔ اُنھوں نے انگلش لٹریچر میں ایم اے کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے اس لیے ان کے ذہن پر مغربی تہذیب و ثقافت کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں جس کی وجہ سے وہ احساسِ برتری کا شکار رہتی ہے۔ اُسے جہاں بھی موقع ملتا ہے اپنی برتری ظاہر کرتی رہتی ہے۔ بانو قدسیہ کا ناول "راجہ گدھ" جو حرام و حلال کے فلسفے پر ہے۔ اس ناول میں ہراسیت کی متعدد صورتیں مختلف موقعوں پر ملتے ہیں۔ جن میں امتیازی ہراسیت، اخلاقی ہراسیت، جسمانی اور کام کی جگہوں پر ہراسانی کے واقعات قابلِ ذکر ہے۔

"امتل "ناول کا نسوانی کردار ہے جو ایک عرصہ سے ریڈیو میں بطور اداکارہ کام کرتی رہتی ہے۔ جب ان کی جوانی ڈھل جاتی ہے اور سٹوڈیو میں نئی اور خوبصورت لڑکیاں وارد ہو جاتی ہیں تو اس کی گنجائش اور کام کرنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ وہ قیوم سے منت سماجت کرتی ہیں کہ مجھے یہاں کام دلوا دیجیئے، کیوں کہ ہر نئی لڑکی کی عزت اور حوصلہ افزائی تو یہاں ہوتی ہے لیکن پُرانے آرٹسٹوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ناول "راجہ گدھ" سے امتیازی ہراسیت کا یہ نمونہ ملاحظہ کیجیے:

> "بڑی مشکل ہے سر جی!۔۔۔ ہمارا بھی دل ہے ہم بھی انسان ہیں۔ ہم سے شریف لوگ نفرت کرتے ہیں تو ہم برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے جب یہ لوگ اُٹھ کہ جاتی ہیں اور پھر ہم کو ذلیل سمجھتی ہیں تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔"(۴)

آفتاب، سیمی اور قیوم جو اس ناول کے مرکزی کرداروں میں شمار ہوتے ہیں کس طرح آفتاب کے جانے کے بعد قیوم سیمی کو ٹال مٹول اور بہلانے پھسلانے سے کبھی نفسیاتی طور تو کبھی جسمانی طور اپنے ہوس کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ ناول " راجہ گدھ " میں ہراسیت کی متعدد عناصر موجود ہیں۔ اس ضمن میں "جسمانی ہراسیت" کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

> "اب میں نے آفتاب بن کر بھیس بدل کر اس پر شبِ خون مارا اور اس کی ایک ایک بوٹی اُتار لی۔ جوں جوں میں اسے چومتا وہ برابر اُداسی کے ساتھ اپنے وجود کی ایک ایک اینٹ اُتار پھینکتی جاتی۔"(۵)

"قیوم "جو آفتاب اور سیمی کا کلاس فیلو تھا۔ ابتداء ہی سے قیوم سیمی کی جسمانی خدوخال اور خوبصورتی سے متاثر ہوا تھا۔ اس لیے وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ کس طرح "سیمی" کو اپنے ہوس کے جال میں پھنسائے۔ یوں آفتاب کا کزن سے شادی اور پھر بیرون ملک جانے کے بعد قیوم نے باتوں باتوں میں اس کی قربت حاصل کی اور قیوم، سیمی کے جسمانی استحصال میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

تقسیمِ ہند کے فسادات پر لکھا گیا ناول "بانو" جس میں رضیہ بٹ نے ظلم و ستم، جسمانی تشدد، بربریت، ہوس ناکی اور خوف وہراس کے وہ تمام مناظر دکھانے کی کوشش کی ہیں۔ جب محلہ گجر مل (لدھیانہ، جہاں زیادہ تر مسلمان آباد تھے) پر ہندو اور سکھ بلوائیوں نے حملہ کیا تو مسلمانوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ مرد تو اپنی مدد آپ کرنے کی کوشش تو کر رہے تھے۔ عورتوں اور بچّوں کی چیخ وپُکار اور آہ و فریاد سے آسمان چیر رہا تھا۔ بلوائی کثیر تعداد میں اور اسلحہ سے لیس تھے اس لیے وہ آسانی کے ساتھ سلیم کے گھر میں داخل ہوئے اور بہ یک وقت کئی مسلمان مرد و خواتین اور بچّوں کو مار ڈالا۔ اس ضمن میں ناول "بانو" سے جسمانی اور جبری تشدد کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "اوپر چھت پر عورتیں سینہ پیٹ رہی تھیں۔ بال نوچ رہی تھیں۔ بچے خوف زدہ ہو کر چیخ رہے تھے۔ ثریا کی حالت خراب تھی۔ سلیم بلوائیوں میں گھرا دار سہ سہ کر وار کر رہا تھا۔ اس کے سر

سے خون نکل رہا تھا۔ ثریا چیخ چیخ کر جنگلے کے گرد دوڑ رہی تھی۔ بانو اور بی بی کی حالت دیوانوں کی سی تھی۔"(۶)

ناول "بانو" میں رضیہ بٹ نے قیامِ پاکستان کے تناظر میں مسلمانوں پر ہونے والے ہر طرح کے زبانی، جسمانی، بصری اور نفسیاتی تشدد کا دل گرفتہ اور چشم آشوب نقشہ کھینچا ہے۔ سلیم کا بے دردی سے شہید ہونا، ثریا کے پیٹ سے بلم سے بچہ نکالنا، ریشماں کے ساتھ بلوائیوں کا غیر اخلاقی حرکت، بانو اور اس کی ماں کے ساتھ بیابان میں جسمانی استحصال، بانو کا زبردستی سکھ بنانا اور بستنا کا بانو کے ساتھ جبری شادی، یا بانو کا مہاجرین کے ساتھ پاکستان ہجرت اور پُر خطر راستے کے تکالیف اور مصائب جیسے متعدد واقعات مناظر پیش کیے گئے ہیں جن میں ہراسیت کے مختلف پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں۔

ناول "پُروا" میں اختر اور صوفیہ کے کرداروں کو مرکزیت حاصل ہے۔ بانو قدسیہ نے جنسی جذبات کی تسکین اور جنسی طور پر خواتین کی ہراسانی کے کئی پہلوؤں کی نقاب کشائی کی ہے کہ کس طرح ایک غیر مرد ایک غیر عورت کو ذہنی، نفسیاتی اور آہستہ آہستہ جسمانی طور پر اپنی ہوس کے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے؟ اختر کا تعلق مغربی پاکستان سے تھا جبکہ صوفیہ کا تعلق مشرقی پاکستان سے۔ دونوں اُردو زبان بولتے اور سمجھتے تھے۔ اس لیے جب دونوں ایک ہوٹل میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی قربت سے لطف اندوز ہو رہے تھے تو کس طرح اختر نے جان بوجھ کر "صوفیہ" کو جسمانی طور ہراساں کرنے کی کوشش کی؟ اگرچہ صوفیہ اختر سے کسی قسم کا تعلق قائم نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ ناول سے جسمانی ہراسیت کی یہ مثال ملاحظہ ہو:

"آپ کے لیے صوفیہ: اس نے آہستہ سے اس کے ہاتھ بازو کو چھُو کر پوچھا: بازو دریائے برہم پُتر کے پانیوں کی طرح سرد تھا، صوفیہ نے بازو کرسی کی پُشت سے اُٹھا کر گود میں دھر لیا، اور آہستہ سے بولی، جی نہیں!۔"(۷)

ناول "پُروا" میں اختر ایک ہرجائی کردار ہے۔ وہ اپنی منگیتر (خالدہ) کے ہوتے ہوئے بھی "صوفیہ" کو بہلانا چاہتا تھا۔ اور ہر لمحہ وہ اس کی تاک میں رہتا تھا۔ ہوٹل میں ایک اتفاقی ملاقات سے اختر کے ذہن میں صوفیہ کے متعلق کئی قسم کے غلط مفروضات پیدا ہوئے۔ جو جسمانی ہوس ناکی کی تکمیل کی راہ تاک رہی تھیں۔ عصمت چغتائی کا ناول "معصومہ" بصری، زبانی، جسمانی اور نفسیاتی طور پر ہراساں کرنے والے کیفیات اور روّیوں پر مبنی ایک منفرد ناول ہے۔ اس ناول میں معصومہ (نیلوفر) جس کی معصومیت سے ہر شخص ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے اور اس کی جسمانی استحصال کے بعد اسے اُدھورا چھوڑ دیتا ہے۔ ناول میں ایسے کئی مناظر ہیں جن میں نیلوفر کا جسمانی، زبانی اور نفسیاتی استحصال کیا جاتا ہے۔ ایک بار جب خان صاحب اپنی ہوس کی آگ بجانے کے لیے اسے سبز باغ دکھا کر کئی خوبصورت قسم کے لہنگے، ساڑیاں اور زیورات لا کر کہہ دیتا ہے کہ یہ آپ کے لیے ہیں اسے پہن لو۔ آج شب ہم دونوں ایک عالیشان محل میں سہاگ رات منائیں گے۔ تب معصومہ کھل اُٹھتی ہے اور دم کے دم میں تیار ہو کر خان صاحب کے ساتھ چل نکل جاتی ہے، لیکن جب صبح ان کی آنکھ کُھل جاتی ہے تو کچھ اور عالم ہوتا ہے:

"جب اس کی آنکھ کھلی تو بڑی دیر تک دنیا گھومتی رہی۔ جب نگاہیں کچھ ٹھہریں تو اس نے دیکھا وہ ایک اجنبی کمرے میں ہے۔۔۔ دروازے پر دستک ہوئی اور بیرہ چائے کی ٹرے لے کر آیا۔ اس نے جلدی سے اپنے اوپر چادر گھسیٹ لی۔

"صاحب کہاں ہیں؟

"کون صاحب؟ ادھر تو کوئی صاحب نہیں آیا۔

"کیا بکتا ہے گدھے"

"سچی بیگم صاحب، آپ کا ڈرائیور آپ کو لایا تھا۔ رات بہت ہو گئی تھی اس نے ڈبل پے کیا۔ تب منیجر راضی ہوا۔۔ نیلوفر کا دل دھک دھک کرنے لگا۔"(۸)

عصمت چغتائی نے معصومہ کو موضوع بنا کر سماج میں ایک معصوم لڑکی اور اس کی زندگی کی حقیقی تصویر کشی کی ہے۔ جب ماں باپ اپنی جوان بیٹی کو درندہ صفت سماج کے حوالے کر دیتی ہے تو پھر اسے اس قسم کے مصائب اور جنسی بے راہ روی کا سامنا ضرور ہوتا ہے۔ مذکورہ ناول سے ایک اقتباس ملاحظہ ہے جس میں کئی جنسی بھیڑیے نیلوفر کے گرد گھومتے ہوئے اس کی جسمانی لذت کا مزہ چکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"وہ مسلسل نیلوفر کے گرد منڈلا رہے تھے۔ بار بار اس کے پیچھے آکر کھڑے ہو جاتے اور گرم گرم بھاپیں اس کی گردن پر چھوڑنے لگتے۔ ان کی توند ان سے پہلے نیلوفر سے لپٹ جاتی۔ اور وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑتی۔"(۹)

معصومہ جو کبھی "نیلوفر" سے بے خبر اور مذہب کی پاسدار پارسا لڑکی تھی۔ لیکن حالات اور غیر اخلاقی معاشرتی رویّوں نے اس کا ہر طرح سے استحصال کیا۔ فلموں کی کھوکھلی دنیا نے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لی اور اسے ہر طرح ہراساں کیا۔ وادیٔ کشمیر کی ہولناکی، خوف وہراس، دہشت گردی، خواتین کی جسمانی استحصال، تشدد، عصمت دری سے کون واقف نہیں۔ ناول "دہشت زادی" جو کہ نعیمہ احمد مہجور نے لکھا ہے۔ اس ناول میں کشمیریوں پر بھارتی فوج کی طرف سے ڈھانے والے پُر تشدد واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جب بھارتی افواج مسلمانوں کے علاقے میں داخل ہوئی تو کچھ بچے ان کو حقارت کی نظروں سے دیکھ کر ان پر پتھراؤں کرنے لگتے ہیں۔ جواباً بھارتی افواج نے ان کی ماؤں کے سامنے ان بچوں کو کس طرح زدوکوب کیا، ملاحظہ ہو:

"بچے ماؤں کے بابو سے باہر ہو رہے ہیں، ایک سپاہی نے تقریباً دس برس کے اُس بچے کو پکڑ کر تھپڑ مارا جس نے اُس کے سر پر کنکر پھینکا۔ دوسرے سپاہی پر کود کر پڑے اور اُس کو زدوکوب کرنے لگے۔"(۱۰)

ناول "دہشت زادی" میں مصنّفہ کشمیریوں پر مختلف قسم کے مظالم ڈھانے جیسے؛ خواتین پر تشدد، نوجوان نسل کا قلع قمع، نوجوان کو بے جا طور پر تنگ کرنا اور انھیں مختلف طریقوں سے ہراساں کرنے کو پیش کیا گیا ہے۔ واجدہ تبسم کا ناول "زر، زن، زمین" میں ہراسیت کے متعدد عناصر کی مثالیں یہاں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ناول کے کرداروں میں ایک ہوس پرست کرادر پانڈے صاحب (ام پی) کا بھی ہے جو اپنی ہوس کی آگ بجانے کے لیے "ناری سدھار گھر" سے بے آسرا لڑکیوں کو اُٹھا کر ان کے جسموں سے کھیلتا ہے اور ان لڑکیوں کو ہر طرح ہراساں کیا جاتا ہے۔ پانڈے، مہتاب جنگ کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ جب وہ ان کے عالیشان فلیٹ میں داخل ہوتی ہے تو بہت متاثر ہوئی، لیکن وہاں کوئی میٹنگ یا اخباری وفد موجود نہ پا کر وہ پانڈے (ام پی) سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ آپ کے پیپر کمیٹی کے دوسرے ممبر کہاں ہیں؟ جس کے لیے میں یہاں آئی ہوں تو جواب میں پانڈے کہتا ہے:

"یہ ہم بھی جانتے ہیں اور گھر چلانے والے بھی کی ایک بار جس کی عجت لٹ گئی، دس بار بھی اور لٹ جائے تو کوئی پھرک نہیں پڑتا۔ اور پھر ناری تو کنواں ہوتا ہے، دو چار ڈول پانی ایک مسا پھر

نے نکالا۔ دوسرا مسا پھر آیا، اس نے بھی نکالا۔ کنویں کو کیا پھرک پڑتا ہے۔۔۔۔ اس لیے بے جھجک ہو کر اپنے کپڑے اتار ڈالو۔ تم اس کھیل کی عادی ہو چکی ہو گی ڈارلنگ۔۔"(۱۱)

یوں تو واجدہ تبسم نے اپنے ناولوں (نتھ کا زخم، نتھ کی عزت، روزی کا سوال، نتھ کی اُترائی) میں ہراسیت کی متنوع پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن "زن، زر، زمین" خصوصی توجہ کا حامل ناول ہے جس میں مہتاب جنگ، اُجالا اور روشن کے ساتھ ہونے والے مختلف ہراسانی کے واقعات کا ذکر بڑے دلسوز انداز میں کرتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے اردو ادب کو کئی خوبصورت ناول دیئے ہیں۔ ان میں کئی ایک ناول ایسے ہیں جن میں ہراسیت کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔ زیرِ نظر اقتباس ان کے ناول "کس موڑ پر ملے ہو" سے لیا گیا ہے جس میں کس طرح غافل آئینہ جمال کو ورغلا پھسلا کر اس کو شادی کرنے کا جھانسا دیتا ہے۔ اور پھر اُسے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں لے جا کر اس کی عزت لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں اس ناول میں ہراسیت کے متعدد عناصر ملتے ہیں۔ ناول سے نفسیاتی ہراسیت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اب آئینہ کے برداشت کا پیمانہ چھلک پڑا۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھولا اندر گھس کے کنڈی چڑھالی اور ٹھنڈے فرش پر بیٹھ کر زور زور سے رونے لگی۔ یہ ہے تیری سہاگ رات! یہ ہے وہ سب سے خوبصورت سوال جو تیرے حسن کے حضور نذرانے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ آئینہ کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہو گئیں۔"(۱۲)

بشریٰ رحمن نے ناول "کس موڑ پر ملے ہو" کا پلاٹ مستعان، توشہ، لیلیٰ، آئینہ، آئینہ جمال، دلدار اور غافل جیسے کرداروں پر قائم کیا ہے۔ غافل ناول میں ایک مکار و عیار کردار ہے جو ہر خوبصورت لڑکی کو اپنی چرب زبانی اور خوشامد بھری باتوں سے دھوکا دے کر اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ ان کے جسموں، خواہشات، جذبات اور نفسیات سے کھیلتا ہے۔ ناول میں اس نوع کی ہراسیت کے متعدد عناصر ملتے ہیں۔

محولہ بالا خواتین کے ناولوں سے اخذ کردہ مثالوں کے علاوہ ایسی بہت سی خواتین اُردو ناول نگار ہیں جن کے ناولوں میں ہراسیت کے عناصر متعدد اقسام موجود ہیں۔ ہر دور میں عورت کو معیوب، حقیر، ناچیز، بیکار، خالی الذہن، متاعِ آسودگی، گھریلوں خدمت گار اور جسمانی تسکین کے سامان طور استعمال کیا گیا اور اب بھی ہمارا معاشرہ ان ہی راستوں چل رہا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ہراسیت ایک اخلاقی، فطری، قانونی اور معاشرتی لحاظ سے فعلِ غلیظ ہے جو کسی بھی معاشرے میں اس کی پرچھائیاں ہمیں نظر آتی ہیں۔ بیسویں صدی کی خواتین کے اردو ناولوں میں ہراسیت کی نوع اقسام موجود ہیں۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہراسیت کا لفظ بعض اہلِ علم صرف خواتین کے جنسی تشدد Sexual Violence یا جنسی ہراسیتSexual Harassment کے لیے مخصوص رکھتے ہیں لیکن یہ یکسر لاعلمی ہے۔ ہراسیت یا ہراساں کے معنی ہے ڈرانا، دھمکانا (دھمکی دینا) پریشان کرنا، تنگ کرنا، دھوکہ دینا، ایذ پہنچانا، دہشت میں مبتلا کرنا وغیرہ ہیں۔ اس لیے یہ اصطلاح خواتین کے ساتھ مردوں کے لیے بھی مستعمل ہے۔ جس کا مطلب ہر گز جنسی یا شہوانی ہوس پرستی نہیں ہے اس کے علاوہ بھی اس کے متعدد نوعیت کے معنی مناسب موقعوں پر مراد لیے جاسکتے ہیں۔

مذکورہ بالا مثالوں کے علاوہ بیسویں صدی کی خواتین کے ایسے متعدد ناول ہیں جن میں ہراسیت کے عناصر موجود ہیں۔ جن میں عصمت چغتائی کے ناول "ضدی اور "ٹیڑھی لکیر"، "، بشریٰ رحمٰن کے ناول "پشیماں"، "الطاف فاطمہ کا ناول "چلتا مسافر"، رضیہ بٹ کے ناول "بانو"، "ناہید"، "دھل گئی رات"، "نائلہ"، "وحشی"، "میں کون ہوں"، "ڈارلنگ "اور "آدھی کہانی"، سلمیٰ یاسمین کا ناول "نجمی"، قراۃ العین حیدر کے ناول "چاندنی بیگم" اور "آخری شب کے ہم سفر" نثار عزیز بٹ کے ناول "نگری نگری پھرا مسافر"، "نے چراغ نے گلے"، "دریا کے سنگ "اور "کاروانِ وجود"، جمیلہ ہاشمی کے ناول "روہی "اور "چہرہ بہ چہرہ روبہ رو"، آتش رفتہ "خدیجہ مستور کا ناول "زمین"، واجدہ تبسم کے ناول "نتھ کی عزت" اور "زن، زر، زمین"، خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ناول زندگی کا عکاس ہے۔ جہاں کوئی نئی بات، نیا واقعہ، نیا حادثہ، کوئی تحریک، انقلاب وغیرہ جنم لیتا ہے۔ فوراً ناول کے روپ میں ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ لیکن جہاں ایسے واقعات جن میں عورت اور مرد کے تقابل یا تضاد، جنسیت یا ہراسیت، ظلم و ستم اور مظلومیت، تحقیر و جبر و استحصال، تشدّد و تنفر، بہتان طرازی، دشنام طرازی، الزام تراشی و بدگمانی، طعنہ زنی، غیب جوئی اور کہی کہی عصمت دری، عصمت فروشی، جبری تشدد اور جبری جنسی ہوس پرستی سر اُٹھاتے ہیں۔ وہاں دوسرے اصناف کے مقابلے میں اردو ناول نے بہت جلد ان اصطلاحات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سیّد جاوید اختر رقمطراز ہیں،

> "جب عورتوں نے قلم اپنے ہاتھ میں لیا تو اُنھوں نے نہ صرف اپنے مسائل کا بہتر انداز میں ذکر کیا بلکہ اس تہذیبی زندگی کی عقاسی بھی اس خوبی اور مہارت کے ساتھ کی کہ اسے ہماری معاشرتی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب بنادیا۔"(۱۴)

خواتین ناول نگاروں نے اپنے ناولوں میں اُن مخصوص رجحانات کی عکاسی کی جو مرد لکھاریوں کے گرفت سے تو یا باہر تھے یا وہ دانستہ طور پر چشم پوشی اختیار کرتے رہے۔ اس وجہ سے خواتین نے انہی موضوعات پر قلم اُٹھایا جو ان کے حقوق کی نفی کرتے تھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سیّد جاوید اختر لکھتے ہیں،

> "ترقی پسند تحریک کی ابتداء ہوتے ہی اہلِ قلم خواتین نے مرد اور عورت کی اس خانہ بندی کو توڑ دیا جو موضوعات کے محدود دائروں میں ان دونوں صنفی اکائیوں کو علیحدہ علیحدہ کئے ہوئے تھی۔ چنانچہ وہ تمام موضوعات جن پر مرد لکھتے تھے خواتین کی توجہ کا مرکز بن گئے اور اُنھوں نے ان پر آزادانہ لکھنا شروع کر دیا۔ ان موضوعات میں نفسیات، فلسفہ، جنسیات، تہذیب، سیاست اور سائنس وغیرہ سبھی شامل تھا۔"(۱۵)

بیسویں صدی عیسویں میں جتنی بھی خواتین ناول نگاروں نے ناول لکھے ہیں اُن میں خواتین کے معاشرتی مسائل (بالخصوص عورتوں کے گھریلو یعنی خانگی اور ازدواجی مسائل) کو سامنے لایا گیا ہے۔ یہ سو سالہ دورانیہ جس میں سرزمینِ پاک وہند متعدد بار اخلاقی، جغرافیائی، سیاسی، مذہبی، تہذیبی و ثقافتی، معاشی، معاشرتی لحاظ سے نشیب و فراز کا شکار رہا ہے۔ ان تمام نامساعد حالات و واقعات کی حقیقی تصویریں بیسویں صدی کی خواتین کے اردو ناولوں بدرجہ اُتم ملتی ہیں۔

الغرض اُردو کی خواتین ناول نگاروں نے معاشرے کے اصلاح کے لیے اچھے ناول تخلیق کیے ہیں۔ ادب کا سہارا لیا، ادب کی خدمت کی اور ناول کے میدان میں الگ مقام پیدا کیا ہے۔ بیسویں صدی کی خواتین کے اُردو ناولوں کا اگر بہ غور مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اُنہوں نے زیادہ تر ناول عورتوں کی اصلاح، بیداری، سماجی مُساوات اور اپنے جائز حقوق کے حصول کے تناظر میں لکھے ہیں۔ اس کے ساتھ خواتین ناول نگاروں نے عورت کو معاشرے میں ان کا جائز مقام دلوانے، ان کی حیثیت کے مطابق اس سے کام لینے، ان پر جسمانی تشدد، تیزاب زنی، اغواکاری، عصمت دری، زبردستی شادی، ازدواجی زندگی، بدگمانیاں اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل۔۔۔ اور اس قبیل کے بہت سے غیر اخلاقی سماجی عوامل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان ناولوں میں بڑی فنکاری سے کہی مرد تو کہی خواتین کو معاشرتی جبر و تشدد، ظلم و ستم، ہراسانی (بصری، زبانی، جسمانی، ذہنی و نفسیاتی) کا نشانہ بنتے دکھایا گیا ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے اُردو ناول اکیسویں صدی میں بھی اپنا سفر جاری رکھے گا۔

حوالہ جات

۱۔ www.vocabulary.com

۲۔ نگینہ جبین، اردو ناول کا سماجی اور سیاسی مطالعہ ۱۹۴۷ء اور اس کے بعد، دریا آباد، الہ آباد ۲۰۰۲ء، ص:۲۶۵

۳۔ خدیجہ مستور، آنگن، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۴ء، ص:۲۶۶-۲۶۷

۴۔ بانو قدسیہ، راجہ گدھ، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص:۴۰۸

۵۔ ایضاً، ص:۱۵۳-۱۵۴

۶۔ رضیہ بٹ، بانو، ناز کتاب گھر، دہلی، ۱۹۸۳ص:۱۸۰

۷۔ بانو قدسیہ، پُروا، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص:۳۳

۸۔ عصمت چغتائی، معصومہ، نصرت پبلشرز، لکھنو ۱۹۸۸ء، ص:۱۱۲

۹۔ ایضاً، ص:۱۸۶

۱۰۔ نعیمہ احمد مہجور، دشت زادی، میزان پبلشرز، سری نگر کشمیر، ۲۰۱۲ء، ص:۲۸

۱۱۔ واجدہ تبسم، زر، زن، زمین، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۵۹۲۔۵۹۳

۱۲۔ بشریٰ رحمن، کس موڑ پر ملے ہو، خزینہ علم و ادب، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۴۴۶

۱۳۔ واجدہ تبسم، نتھ کا زخم، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص:۵۲

۱۴۔ سیّد جاوید اختر، ڈاکٹر، اُردو کی ناول نگار خواتین، ترقی پسند تحریک سے دورِ حاضر تک، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص:۲۲۰

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۲۱

References in Roman Script:

1. www.vocabulary.com
2. Nagina Jabeen, Urdu Navel Ka Samaji aur Siyasi Mutala 1947 aur Is Kay Baad, Daryaabad, Allahabad 2002, pp. 265
3. Khadija Mastoor, Angan, Modern Publishing House, New Delhi, 1984, pp. 266-267
4. Bano Qudsia, Raja Gidh, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1981, p: 408
5. Ibid, p. 153-154
6. Razia Butt, Bano, Naz Kitab Ghar, Delhi, 1983, p. 180
7. Bano Qudsia, Purwa, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1999, p:33
8. Asmat Chaghatai, Masuma, Nusrat Publishers, Lucknow 1988, p: 112
9. Ibid, p: 186
10. Naeema Ahmad Mehjoor, Dashtzadi, Meezan Publishers, Srinagar Kashmir, 2012, p: 28
11. Wajida Tabasim, Zar, Zun, Zameen, Al-Hamd Publications, Lahore, 2017, pp. 592-593.
12. Bushra Rehman, Kis Mor Par Milay ho, Khazina Ilm-o-Adab, Al-Kareem Market, Urdu Bazaar, Lahore, 2011, p. 446
13. Wajida Tabsum, Nuth Ka Zakhm, Al-Hamd Publications, Lahore, 2017, p.52
14. Syed Javed Akhtar, Dr,Urdu Ki Navel Nigaar Khwateen,Tarraqu Pasand Tahreek Se Dor-e-Hazir Tak, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 1997, p.220
15. Ibid, p: 221